سودی نظام معیشت

رائج فیٹ منی (Fiat Money) اور حقیقی سود

دنیا کے معاشی نظام پر سود پر مبنی سرمایہ داری نظام کا غلبہ ہے۔ یہ نظام معیشت خودغرض سود خور سرمایہ داروں کی مٹھی بھر جماعت کو تمام انسانوں کو اپنا غلام بنانے کا ایک بااثر (لیکن ظالمانہ) طریقہ فراہم کرتا ہے۔ لیکن سودی نظام و نظام فطرت میں زبردست تضاد (Conflict) ہے، اس لیے اسے جاری رکھنے میں اس کے علمبرداروں کو قانون فطرت کی وجہ سے سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس فطری چیلنج سے نبٹنے کے لیے لوگوں کو دھوکہ میں ڈال دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس نظام معیشت کے برپا کردہ مظالم سے ناآشنا رہیں اور اس کے خلاف کوئی اقدام نہ کریں۔ اسی طرح ظلم واستحصال کے ساتھ دھوکہ دھڑی سودی نظام کا ایک جزء بن گیا ہے۔

تمام لوگوں کا سود میں ملوث ہوجانا ایک بہت بڑی لعنت ہے۔ سودی نظام کو جاری رکھنے کے لیے ہی دولت کے پیمانے (Yard Stick of Measurement of Wealth) کو لگاتار کم یا چھوٹا کیا جاتا ہے۔ جس سے تمام اشیاء کی قیمتیں لگاتار بڑھتی نظر آتی ہیں۔ یہی افراط زر ہے۔ بیسویں صدی کی پیدا کردہ سب سے بدترین شئے لگاتار کم کی جانے والی رائج کرنسی (Fiat Money) ہے اور یہ کرنسی سودی نظام کا ایک جز ہے۔ ان ہی کے غلبہ کی وجہ سے جھوٹے، مکارودھوکے باز ہرمیدان میں چھاتے جارہے ہیں۔ سچے، نیک اور ایمان دار ہر جگہ بے اثر ہوتے چلے جارہے ہیں، امراء امیر ہوتے جارہے ہیں اور غربا کی غریبی بڑھتی جارہی ہے۔ بے روزگاری، دھوکہ وفریب، ظلم واستحصال اور کرپشن بڑھتا جارہا ہے۔ دھوکہ، ظلم واستحصال اور اخلاقی، سماجی وسیاسی پستی کے لگاتار بڑھتے رہنے کی بنیادی وجہ یہی ہے۔ یہ سود خور امرا کی امیری اور غرباء کی غریبی کو بڑھاتا ہے۔ پسماندہ ممالک کی

★ الہ آباد، یوپی۔

پسماندگی کی بنیادی وجہ بھی سود پر مبنی معاشی نظام ہی ہے ان کے رہتے ہوئے عدل وانصاف کا قیام ناممکن ہے۔ لہٰذا ان سے نجات حاصل کرنا لازمی ہے۔

ظلم اور ظالموں نے دنیا کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے اور ان کی یہ پکڑ تیز رفتاری سے مستحکم ہوتی جارہی ہے۔ دنیا کے ہر کونے میں حق بے دخل اور نیکوکار بے آسرا ہوتے جارہے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت ابھی نماز پڑھتی ہے، روزے رکھتی ہے، زکاۃ دیتی ہے اور حج کرتی ہے اور ان امور کی بجا آوری میں جانی و مالی دونوں قسم کی قربانیاں شامل ہیں۔ سود بدترین ظلم ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سود کے خلاف جنگ کا اعلان کیا ہے۔ لیکن مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت سودی کاروبار میں ملوث ہو چکی ہے۔ یہ ایک بہت اہم مسئلہ ہے اور عقل وفکر رکھنے والے ہر فرد پر واجب ہے کہ وہ اس کے اسباب پر غور کرے۔

کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ عام لوگ سودی کاروبار میں ملوث ہونے پر کیوں مجبور ہورہے ہیں؟

ہم پر لازم ہے کہ ہم اس کی وجوہات پر غور کر کے مناسب عملی حل تلاش کریں تا کہ لوگ اس ظلم عظیم میں مبتلا ہونے کے لیے مجبور نہ ہوں۔ اس کی بنیادی وجہ لگا تار کم کی جانے والی سودی وفرضی کاغذی کرنسی کا حساب کتاب کے معیار کے طور پر استعمال کیا جانا ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ آج کے دس روپے دس سال بعد کے دس روپیہ کے مثل نہیں۔ اس بات کو عام انسان جانتا اور سمجھتا ہے لیکن ہمارے دور کے علماء کی عام رائے یہ ہے کہ شریعت الٰہی میں آج کے دس روپئے ہر دور کے دس روپئے کے ہی مثل ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ کاغذی کرنسی کا استعمال عام ہے اور اس عرف عام کی وجہ سے یہ نقدین (دینار اور درہم) کے قائم مقام ہیں اور ان پر وہ تمام شرعی احکام نافذ ہوں گے جو نقدین پر نافذ ہوتے ہیں۔

سونے کے دینار سے مبادلہ اور چاندی کے درہم سے مبادلہ کے معاملے میں وزن کی برابری اور دست بدست کی شرط ہے۔ کیا روپیہ یا ڈالر اور کاغذ کے مبادلہ میں بھی ایسی کوئی شرط ہے؟

کرنسی نوٹوں کو تولا دناپا نہیں جاتا۔ ایک ہی ملک کی کرنسی کے ایک اور سو کے نوٹ کو ایک جنس ہی تسلیم کیا جائے گا اور سو روپے کا نوٹ ایک ایک کے سو نوٹوں کے مثل ہی ہے جب کہ وزن کے لحاظ سے ایک ایک کے دس نوٹ ہی سو کے ایک نوٹ سے زیادہ وزنی ہوتے ہیں۔ اس طرح کاغذی کرنسی کے معاملے میں وزن کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ سونے کی زکاۃ ۲۰ دینار (یعنی سونے کے چھیاسی گرام) اور چاندی کا نصاب دوسو درہم (۵۹۵ گرام چاندی) ہے اور سدا یہی نصاب برقرار رہے گا۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ کاغذی کرنسی جیسے روپئے یا ڈالر کا نصاب دس سال بعد کیا ہوگا؟

رائج کاغذی کرنسی کیا ہے؟

فی الحقیقت رائج کرنسی (Currency is a Basket of Goods and Services) قومی

پیداوار کی ایک ٹوکری (یعنی اس ٹوکری میں شامل چیزیں) ہے۔ سو روپے کا نوٹ ایک ایک کے سو نوٹوں کے مثل اس لیے ہے کہ سو کے مال و دولت کی جس مقدار کے مثل ہے یا جس مقدار کی نمائندگی کرتا ہے ایک ایک کے سو نوٹ بھی مال و دولت کی وہی مقدار ہیں اور مال دولت کی اسی مقدار کی نمائندگی کرتے ہیں۔ پس فیئٹ منی مال و دولت کی جس مقدار کی نمائندگی کرتی ہے یہ مال و دولت کی وہی مقدار ہے۔ یہ مال و دولت کی جو مقدار ہے یا جس کے مثل ہے وہ وقت کے ساتھ لگاتار کم ہوتی جاتی ہے بلکہ کم کی جاتی ہے، یہی عرف ہے اور یہی حقیقت ہے۔ اس حقیقت پر غور کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کاغذی کرنسی نقدین کے قائم مقام نہیں ہے۔

کاغذی نوٹ کو بطور معیار استعمال کیا جائے تو جو شئے نفع قرار پاتی ہے اس کا ایک بڑا جز راس المال ہی ہوتا ہے۔ یہ اہم ترین وجہ ہے مضاربت و بڑے و لمبے عرصے تک جاری رہنے والے مشارکت کے معاملات کے غیر عملی و بیدخل ہو جانے کی، قرض حسن کی غیر دستیابی کی، ملت کی بہت بڑی اکثریت کی سودی کاروبار میں ملوث ہو جانے کی۔ دنیا میں سود خور ظالموں کے غلبہ اور نیکو کاروں کی بڑھتی ہوئی لاچاری کی بہت بڑی وجہ یہی فیئٹ منی اور حساب و کتاب کی اکائی یا پیمانے کے طور پر استعمال ہے۔ سود سے بچنے کی لازمی شرط یہ ہے کہ حساب کتاب کے لیے معیاری پیمانہ (Yard Stick of Measurement) ہی استعمال کیا جائے۔

عہد رسالت میں استعمال ہونے والے ثمن معیاری تھے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ سونے کا سونے سے مبادلہ وزن کی برابری اور دست بدست ہی جائز ہے۔ سونے کا دینار سے مبادلہ بھی وزن کی برابری اور دست بدست ہی جائز ہے۔ فیئٹ منی تو ایک فرضی شئے ہے۔ یہ ناپی اور تولی نہیں جاتی۔ اس لیے مثلیت کو طے کرنے کا مناسب طریقہ نکالنا ضروری ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ایسا طریقہ دریافت کریں جو شرعاً درست ہو۔

معاشیات (Economics) میں نامی (Nominal) اور اصلی (Real) کی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔ حساب و کتاب تو صحیح تبھی ہوگا جب معاملے میں شروع سے آخر تک ایک ہی معیاری پیمانہ (Yard Stick of Measurement) استعمال کیا جائے۔ اس طرح کیے گئے حساب میں جو شئے نفع قرار پاتی ہے اسے حقیقی نفع (Real Profit) اور جو کچھ سود قرار پاتی ہے اسے حقیقی سود (Real Interest) کہا جائے گا۔ معیاری یا غیر معیاری اور لگاتار بدلتے یا کم ہوتے رہنے والے پیمانوں کو استعمال کیا جائے تو جو شئے نفع قرار پاتی ہے اسے نامی نفع (Nominal Profit) اور جو کچھ سود قرار پاتی ہے اسے نامی سود (Nominal Interest) کہا جاتا ہے۔ اب دولت کا پیمانہ قومی پیداوار کی جس مقدار کے مثل ہے اس کا تخمینہ لگایا جائے اور حساب و کتاب میں اسی تخمینہ کے مطابق دولت

کے پیمانے کی قوت خرید میں ہوئی کمی یا زیادتی کے لیے درستی کی جائے تب تو جو شئے نفع قرار پاتی ہے اسے اصلی نفع (Real Profit) اور جو کچھ سود قرار پاتی ہے اسے اصلی سود (Real Interest) کہا جاتا ہے۔ قرآن و سنت غیر معیاری اور لگاتار بدلتے یا کم ہوتے رہنے والے پیمانوں کے استعمال کی اجازت نہیں دیتے اور ناپ یا تول میں کی گئی ہر قسم کی کمی و زیادتی کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح قرآن و سنت کے معیار عدل میں قیمت کا کم یا زیادہ ہونا معتبر نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ نہ تو نامی سود الربوا ہے نہ ہی اصلی سود الربوا ہے بلکہ حقیقی سود ہی الربوا ہے اور حقیقی نفع ہی شرعی نفع ہے۔ حقیقی سود مثلی مقدار سے زائد لینا ہے۔ مثلی مقدار وہ مقدار ہے جو قرض یا دیون (Dues) کے حقیقتاً برابر ہے۔ اگر پیمانہ میں کمی کی گئی تو اسے پورا کیا جائے گا۔ پیمانہ جس جنس پر مبنی ہے اگر اس کی قیمت کم یا زیادہ ہو تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ ان شاء اللہ ان باتوں کی معقول وضاحت آگے آئے گی۔

ظلم و استحصال اور دھوکہ دھڑی سودی نظام کا ایک جز ہے

سود پر لیے گئے قرض کے عوض واجب الادا رقم جس مدت میں دوگنی ہوتی ہے پھر اتنی ہی مدت کے بعد چوگنی ہو جاتی ہے اور یہ سلسلہ لگاتار جاری رہتا ہے۔ مثال کے طور 10.41% سالانہ سود پر لی گئی رقم ۷ سال میں دوگنی، ۵۰ سال میں ۱۴۰ گنی، ۱۰۰ سال میں ۱۹۹۹۱ گنی اور ۱۵۰ سال میں ۲۸۲۶۵۸۱ گنی ہو جاتی ہے۔ بڑھنے کا فطری طریقہ (Natural Growth Pattern) یہ ہے کہ بہت سی چیزیں بڑھتی ہیں پھر فنا ہو جاتی ہیں۔ کچھ بھی ایسا نہیں جو لگاتار بڑھتا رہے۔ اسی لیے سود پر لیے گئے قرض کی واپسی اکثر ناممکن ثابت ہوتی ہے۔ پس سودی نظام انسان کو غلام بنانے والا نظام ہے۔ بہت سے غریب ملک سودی گڈھے (Debt Trap) میں پھنس چکے ہیں یعنی بہت سے ممالک کی کل آمدنی بھی واجب الادا سودی قرض سے کم ہے۔ بات واضح ہے سود انسان کو غلام بنانے والا طریقہ ہے۔ سود غرباء کی آمدنی کو امرا کی طرف منتقل کرتا جاتا ہے، افراط زر غربا کی قلیل بچت (Savings) کو کھاتا جاتا ہے۔ سرمایہ دار اپنے مال کو سود پر دے دے اور کچھ بھی نہ کرے تب بھی اسے سود کے طور پر اچھی خاصی آمدنی (حرام) حاصل ہوتی رہتی ہے۔

اس کا سرمایہ جس بزنس (Business) میں لگا ہے اگر اس میں خسارہ ہو تب بھی وہ اپنا مال سود کے ساتھ وصول کرتا ہے۔ اس طرح آمدنی اور دولت کھنچ کھنچ کر سرمایہ داروں کی مٹھی بھر جماعت کے پاس جمع ہو جاتی ہے۔ اسی لیے عدم مساوات (Disparity) بڑھتی چلی جاتی ہے۔ بہت سے لوگ اپنے سرمایہ کو اپنے لیے روزگار فراہم کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس قسم کے کاروبار روزگار کا بڑا ہی بااثر طریقہ فراہم کرتے ہیں کیونکہ ان کے مالک اگر کچھ خسارہ ہو تب بھی اپنے اور اپنے اہل و عیال کو بے روزگاری سے بچانے کے لیے کام کو جاری رکھتے ہیں جبکہ سودی سرمایہ پر مبنی کاروبار نفع کی

شرح سے سود کم ہوتے ہی بند کردیا جاتا ہے کیونکہ کارنداز (Entrepreneur) کو خسارہ (Loss) ہوتا ہے۔ سودی نظام اور اس کی پیدا کردہ عدم مساوات، بے روزگاری کی اہم ترین وجوہ ہیں۔ افراط زر بھی عدم مساوات کو بڑھاتا ہے اسی لیے افراط زر کو بڑھا کر بے روزگاری کو بڑھنے سے روکا نہیں جاسکتا۔ تمام حکومتوں کی اس معاملے میں ناکامی اس بات کو ثابت کرتی ہے۔

سودی نظام کے برپا کردہ عدم مساوات کی وجہ سے لوگوں کے پاس اپنے آپ کو روزگار میں لگانے کے لیے کافی سرمایہ نہیں ہوتا۔ یہ بھی ممکن نہیں ہوتا کہ بے روزگار لوگوں کی ضرورتوں کو فلاحی امداد کے ذریعہ پورا کیا جاسکے اسی لیے عام انسان مجبور ہوتا ہے کہ سرمایہ داروں اور کارندازوں کی مٹھی بھر جماعت جتنی اجرت پر کام کرانا چاہے اسی اجرت پر کام کریں۔ اس طرح سودی نظام معیشت میں مزدور مناسب مزدوری طلب نہیں کرسکتے۔ جب مزدور مناسب مزدوری طلب کر ہی نہیں سکتے تو انصاف کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔ (جہاں تک ماہرین معاشیات کا تعلق ہے تو وہ مزدوروں کو ایک عامل پیداوار ہی مانتے ہیں۔ ان کے نظریہ کے مطابق کم سے کم مزدوری دے کر کم سے کم مزدوروں سے کام کرالینا کارنداز کا فرض عین ہے۔ بات واضح ہے داخلی طور پر سودی نظام معیشت میں مزدوروں کے حقوق انسانی کو بالکل ہی ساقط کردیا گیا ہے۔

فرض کیجیے کسی ملک میں رائج شرح سود ۱۰ فیصد ہے۔ اب اگر کسی کارخانے کی نفع بخشی ۱۰ فیصد سے کم ہو تو اس کا بند ہونا اور دیوالیہ ہوجانا لازمی ہے۔ اس کارخانہ کے مالک کو اس کے جاری رکھنے کے لیے نقصان ہوگا، کیوں کہ اسے نفع سے زائد سود ادا کرنا پڑے گا۔ آپ اکثر کارخانوں کے بند ہونے کی خبر سنتے ہیں۔ کارخانے کے بند ہونے سے اس میں کام کرنے والے مزدور و ملازمین بے روزگار ہوجاتے ہیں، پیداوار کم ہوجاتی ہے اور چیزوں کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ اگر سرمایہ دار لوگ اسلامی مضاربت کی بنیاد پر کارخانوں میں پیسے لگاتے تو نفع کم ہونے کی صورت میں اگرچہ انہیں نفع کم ملتا، لیکن کارخانے بند ہونے کی نوبت نہیں آتی۔ سود کی بنیاد پر سرمایہ داروں سے پیسے لینے کی وجہ سے کارخانہ دار یا کارپرداز طے کردہ شرح پر سرمایہ داروں کو سود ادا کرنے کا پابند ہوتا ہے اور نفع نہ ہونے پر وہ مجبور ہوتا ہے کہ (الف) یا تو اپنی جیب سے سود ادا کرے (ب) یا عوام کے خام مال کم قیمت پر حاصل کرے (ج) مزدوروں کی اجرت کم کردے (د) یا پرانی اجرت پر زیادہ کام لے (ہ) یا مزدوروں کی تعداد کم کرکے اپنی کم پیداوار کی قیمت بڑھا کر اپنا نفع برقرار رکھے (و) یا خسارے کی وجہ سے کارخانہ بند کرکے اپنے دیوالیہ ہونے کا اعلان کردے۔

زیادہ تر کاروبار سودی سرمایہ پر مبنی ہوتے ہیں اور سودی نظام معیشت میں بار بار مندی کا

دور (Recession and Depresson) آتا رہتا ہے۔ بہت سے کارخانوں کو ایک ساتھ خسارے کا سامنا ہوتا ہے۔ نئے کاروبار کا شروع ہونا رک جاتا ہے کیوں کہ کارنداز کو خسارا ہونے پر بھی مع سود قرض ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے جن برے نتائج کا ذکر کیا گیا ان کا استعمال عام ہوتا ہے اور یہ پوری معیشت میں تباہی و بربادی برپا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس تمام ہیر پھیر کا سبب سود ہے۔

لہٰذا یہ سود عوام و مزدور دونوں طبقوں پر بہت بڑا ظلم ہے، جس سے بچانے کے لیے اسلامی شریعت نے مضاربتی کاروبار کا طریقہ رائج کیا اور اس مضاربت میں کبھی کوئی خسارہ ہو جانے پر اسلام نے اس خسارے کے تحمل کا صرف سرمایہ دار فریق کو مکلف بنایا، اس میں کاروباری یا کارپرداز فریق کا کوئی مالی حصہ نہیں رکھا، کیونکہ کاروباری فریق کا یہی خسارہ کوئی کم نہیں ہے کہ اس کی ساری محنت ضائع ہوگئی۔ بعض خسارے کی صورت میں سرمایہ دار مالی خسارہ برداشت کرے اور کارپرداز محنتی خسارہ برداشت کرے۔ اس طرح کاروبار یا کارپرداز فریق پر کبھی کبھار کے خسارے کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا اور سود کی صورت میں کاروباری فریق عوام و مزدوروں سے سود کے برابر جو پیسے اینٹھنے پر مجبور ہوتا ہے، مضاربت کی صورت میں یہ پیسے اینٹھنے پر مجبور نہیں ہوگا۔ اس صورت میں کارخانہ بند ہونے کا کوئی خطرہ نہیں رہے گا اور نہ عوام و مزدوروں پر کوئی ظلم ہوگا۔

یہ تھی عوامی کارخانوں اور فرموں پر سود کے برے اثرات کی ایک جھلک۔ کاروبار جتنے بڑے پیمانے پر ہوگا اسی پیمانے پر سود کے برے اثرات مرتب ہوں گے اگر یہی سودی کاروبار ملکی و حکومتی سطح پر ہوتا ہے اور کوئی حکومت کسی دوسری بڑی حکومت سے بھاری مقدار میں سودی قرضہ لے کر ملکی سطح پر کاروبار چلانے لگتی ہے تو بھاری خسارے کی صورت میں وہ ٹیکسوں کا بوجھ ڈال کر اور چیزوں کی قیمتیں بڑھا کر عوام کو کنگال کر دیتی ہے اور اگر اس سے بھی سود کی ادائیگی کے برابر پیسے حاصل نہ ہوں تو ملکی کاروبار ٹھپ ہو کر رہ جاتا ہے اور سود در سود بڑھتا ہی جاتا ہے۔ پھر پوری حکومت دیوالیہ ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں سودی قرض دینے والی بڑی حکومت اگر سود و قرض دونوں معاف نہیں کرتی تو وہ طرح طرح کے خوبصورت ناموں سے اس چھوٹی یا کمزور حکومت کا کاروبار خود ہی سنبھالنے لگتی ہے اور یہ کمزور حکومت اس بڑی طاقتور حکومت کی غلام بننے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ ثابت ہوا کہ ظلم و استحصال سودی نظام کا ایک جز (Integral Part) ہے۔

سود پر لیے گئے قرض کے عوض واجب الادا رقم جس مدت میں دوگنی ہوتی ہے پھر اتنی ہی مدت کے بعد چوگنی ہو جاتی ہے اور یہ سلسلہ لگاتار جاری رہتا ہے کیوں کہ اس میں سے جو رقم ادا کر دی جاتی ہے وہ جلد ہی کسی دوسرے کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ اس طرح سودی سرمایہ کاری (Interest based Finance) میں واجب الادا رقم (Geometrically) (یعنی لگاتار دوگنا چار گنا ہوتے چلے

جانا) بڑھتی ہے۔ بڑھنے کا فطری طریقہ (Natural Growth Pattern) یہ ہے کہ بہت سی چیزیں بڑھتی ہیں پھر فنا ہو جاتی ہیں۔ کچھ بھی ایسا نہیں جو لگا تار بڑھتا رہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سودی نظام یعنی سرمایہ داری (Capitalism) جاری نہیں رہ سکتی اگر دولت کے پیمانہ (Yard Stick of Measurement of Wealth) یعنی کرنسی کو لگا تار کم (Depreciate) نہ کیا جائے۔ اگر کرنسی کو کم یا چھوٹی نہ کی جائے تو قرضوں کی ادائیگی نہ کی جا سکے گی اور یہ نظام معیشت جاری نہ رہ سکے گا۔ کرنسی کے کم یا چھوٹے ہو جانے سے قرضدار قرض کے عوض واجب الادا رقم نا کافی مال کو کافی کرنسی کے عوض فروخت کر کے حاصل کر لیتے ہیں اور اس سے قرض کی ادائیگی میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ ماہرین معاشیات (Economists) کہتے ہیں کہ کرنسی کی رسد کو بڑھایا جاتا ہے۔ اب اگر اس کے نتیجے میں کرنسی کم یا چھوٹی نہ ہو جاتی تو قرضداروں کو اس سے کچھ بھی فائدہ نہ پہنچتا۔) کسی بھی پیمانے کو کم کرنا ناپ تول میں خیانت ہے اور دینی و دنیاوی ہر لحاظ سے دھوکہ دھڑی (Fraud) اور ایک شدید ظلم ہے۔ کرنسی تو سب سے اہم پیمانہ ہے اس لیے کرنسی کا کم یا چھوٹا کیا جانا دھوکہ دھڑی (Fraud) کا زبردست معاملہ ہے۔ ثابت ہوا کہ دھوکہ دھڑی سودی نظام کا ایک جز (Integral Part) ہے۔

کسی بھی پیمانے کو کم کرنا ناپ تول میں خیانت ہے اور صریحاً حرام ہے۔ کرنسی تو سب سے اہم پیمانہ ہے اور اسے ہی حساب و کتاب کے معیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اس لیے اسے کم کرنے سے تمام حساب و کتاب خلط ملط ہو جاتا ہے اور تمام معاملات میں دھوکہ دھڑی اور سود شامل ہو جاتا ہے۔ یہی نہیں ان حالات میں قرض اور سرمایہ کی فراہمی کے طریقے جو سود سے پاک ہیں (اصلاً) قابل عمل نہیں رہ جاتے۔ ثابت ہوا کہ سودی نظام دھوکہ دھڑی پر مبنی ظالمانہ نظام ہے جس میں عام طور پر تمام معاملات میں ظلم، دھوکہ دھڑی اور سود شامل رہتا ہے۔ اس طرح یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ظلم واستحصال اور دھوکہ دھڑی سودی نظام کا ایک جز ہے اور سودی نظام میں انسانی حقوق کا تحفظ اور انصاف ممکن نہیں۔ مجھے اس بات کا کامل یقین ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے اسی وجہ سے اس ظالمانہ نظام معیشت کے خلاف جنگ کا اعلان کیا ہے اور اب جب کہ اس ظالمانہ نظام کے علم برداروں نے دنیا کے زیادہ تر وسائل پر قبضہ کر لیا ہے اور پوری انسانیت کو اپنا غلام بنا لینے کے لیے کمر بستہ ہیں۔ ان حالات میں ہر انصاف پسند اور انسانیت دوست فرد پر یہ واجب ہے کہ وہ انسانیت کو اس ظالمانہ نظام کی اس شدید گرفت سے آزاد کرانے کے لیے جس قدر ممکن ہو کوشش کرے۔

فیٹ منی اور اس کا لگا تار کم ہونا (Depreciation):

سونے و چاندی کے لیے انسان کی فطرت میں خاص رغبت پائی جاتی ہے۔ ان کو زنگ نہیں لگتا۔ ان کو بآسانی طرح طرح کی شکلوں میں ڈھالا جا سکتا ہے۔ دنیا نے کئی ہزار سالوں تک سونے و

چاندی کے سکوں کو بطور ثمن یا کرنسی (یعنی زر مبادلہ) استعمال کیا۔ اس زمانے میں کوئی عالمگیر ادارے نہ تھے اور تمام لوگوں نے ان سکوں کو اپنی مرضی سے ہی بین الاقوامی کرنسی بنایا تھا۔ اگر دنیا کے دیگر گوشوں میں رہنے والے لوگوں نے ان کی قیمت کا ایک جیسا اندازہ نہ قائم کیا ہوتا تو یہ بین الاقوامی کرنسی نہ بن سکتی کیوں کہ یہ ان گوشوں میں جمع ہو جاتی جہاں کے لوگ اسے زیادہ قیمتی سمجھتے۔ ان باتوں پر غور کرنے سے اس بات کی حقانیت واضح ہوتی ہے کہ سونے و چاندی کے سکے خلقی ثمن ہیں۔ انسانی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ یہ دولت کے معتبر معیار (Reliable Yard Stick of Measurement of Wealth) ہیں۔ دنیا نے کسی دوسرے ثمن کو آزادانہ طور پر تسلیم نہیں کیا۔ دولت کے سب سے بہتر معیار ہونے کی وجہ سے حساب و کتاب کا سب سے بہتر معیار (Best Unit of Account) بھی یہی ہے۔ اسی وجہ سے معاشی عدل و انصاف کے قیام میں ان سکوں نے بڑی آسانی پیدا کی۔ ان کے استعمال نے معاشی فلاح و بہبود کے بڑھانے اور بین الاقوامی تجارت کے فروغ دینے میں بڑی اہم مدد کی ہے۔

دنیا میں جب سود خوروں کو کافی غلبہ حاصل ہو گیا اور طاقتور اقوام نے اپنی خود غرضی کی وجہ سے سودی کاروبار کو فروغ دیا تب زیادہ تر معاملات سودی طریقے پر انجام پانے لگے۔ سونے و چاندی کے سکے سودی نظام معیشت کے ظالمانہ طریقوں کے نفاذ میں مددگار نہیں ہیں اس لیے سودی نظام کے علمبرداروں نے ان کو مٹانے کی پوری کوشش کی۔ شروع میں امریکہ نے کہا جس کو جب ضرورت ہو ۳۵ ڈالر دے کر ایک اونس سونا حاصل کر سکتا ہے اس لیے اس کا ڈالر سونے کے سکے کے قائم مقام ہے اور سونے کے سکے کے استعمال کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پھر اس نے اپنے کاغذی ڈالر کے عوض دنیا کی پیداوار کا ایک بڑا حصہ ہڑپ کر لیا۔ پھر اپنی خود غرضی، ظالمانہ روش اور طاقت کی بنیاد پر اپنے وعدہ کو پورا کرنے سے انکار کر دیا۔ تاریخ انسانی میں ڈکیتی کا یہ سب سے بڑا معاملہ ہے۔ اگر کوئی کمزور ملک ظالمانہ سود کی ادائیگی سے انکار کرے تو اسے فوراً دنیا سے مٹا دینے کی کوشش کی جائے گی لیکن امریکہ کو اس ڈکیتی کے عوض اس سے بڑے انعام (Reward) کے طور پر ڈالر کو بین الاقوامی کرنسی تسلیم کر لیا گیا۔ یہ مختصر کہانی ہے فیئٹ منی کے غلبہ اور سونے و چاندی کے سکوں کی بے دخلی کی۔ اب حال یہ ہے کہ آئی ایم ایف (IMF) کے مطابق سونے و چاندی کا بطور ثمن استعمال بین الاقوامی مالیاتی نظام کے خلاف بغاوت (Rebellion) ہے۔ انصاف کی بات کی جائے تو ہر ظالم یہی کہتا ہے۔

کاغذی کرنسی کوئی حقیقی شئے نہیں جسے لوگوں نے زر مبادلہ کے طور پر استعمال کیا ہو اور اس طرح یہ ثمن بن گئی ہو۔ حکومتوں نے حکم (Fiat) جاری کر کے عوام کو اسے زر مبادلہ کے طور پر استعمال کرنے پر مجبور کیا ہے۔ ابتدائی دور میں حکومتیں ان کے عوض سونے/ چاندی کی متعین مقدار ادا کرنے کا وعدہ کرتی تھیں۔ اس لحاظ سے تب یہ سونے و چاندی کی ان مقداروں کے مثل حقیقت کے لحاظ سے

یہ ایک رسید یا مال کی ادائیگی کا وعدہ تھی، تب علماء نے ان کو شرعاً رسید قرار دیا تھا۔ اب یہ وعدے کا دھوکہ ہے کیوں کہ اب حکومتیں اصلاً کوئی مال ادا کرنے کا وعدہ نہیں کرتیں۔ اس لیے عام شرعی حکم کے مطابق ان کے ذریعہ خرید وفروخت جائز نہیں۔ لیکن علماء کی اکثریت عام رواج کی بنیاد پر ان کو ایک مستقل لیکن فرضی شئے قرار دیتی ہے۔ موجودہ حالات میں جب کہ مسلمانوں کی اکثریت ان کو بطور زرمبادلہ استعمال کرنے پر مجبور ہے ان کے استعمال کو حرام قرار دینا شرعاً درست بھی نہیں ہوسکتا۔

لگاتار کم کی جانے والی کاغذی کرنسی بطور ثمن نقدین سے ہر لحاظ سے کمتر ہے۔ کرنسی کا کم کیا جانا ایک دھوکہ ہے جس کے ذریعہ ناداروں کو دھوکے میں رکھ کر سود خور سرمایہ داران کا مال ہڑپتے جاتے ہیں۔ ثمن کو معیاری ہی ہونا چاہیے کیوں کہ ثمن کے ذریعہ ہی قیمتوں کا تعین ہوتا ہے۔ اگر ثمن معیاری نہ ہو تو تمام اشیاء کی قیمتیں ایک ساتھ گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں اور عوام کے لیے یہ ممکن نہیں رہتا کہ وہ اپنی پیداوار یا جن اشیاء کو بازار سے خریدتے ہیں ان کی قیمت کا صحیح اندازہ لگا سکیں اس سے منظم شعبے کے مالکان کو اپنی پیداوار کی قیمت بلحاظ غیر منظم شعبے کی پیداوار کے قیمت زیادہ بڑھانے کا موقع مل جاتا ہے۔ اس طرح ناداروں کے ساتھ شدید ظلم ہوتا ہے۔ بات واضح ہے عدل وانصاف کے قیام کے لیے ثمن کا معیاری ہونا لازمی ہے۔ کاغذی ثمن نہ معیاری ہے اور نہ معتبر۔ باوجود اس بات کے کہ کم کیے جانے والے کاغذی ثمن حق صداقت عدل وانصاف اور ان افراد کے لیے جو ان کے داعی ہیں تباہ کن ہیں علماء کی اکثریت نے ان کو نقدین کے قائم مقام قرار دیا ہے۔ اس لیے اس مسئلے پر انشاءاللہ تکمیل بحث کی جائے گی۔

فیٹ منی عام اشیاء جیسی کوئی شئے نہیں ہے یہ بالکل فرضی ہے۔ عام اشیاء کی قیمت ان کی قیمت پیداوار سے متعین ہوتی ہے، لیکن کرنسی کی قیمت اور اس کی قیمت پیداوار یعنی اس کی چھپائی یا کاغذ کی قیمت ایک دوسرے کے الٹی چلتی ہے۔ کرنسی جس قدر کم یا چھوٹی ہوتی جاتی ہے کاغذ اور چھپائی اسی قدر گراں ہوتی جاتی ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ کرنسی کی قیمت بھی دوسری اشیاء کی قیمت کی طرح متعین ہوتی ہے بالکل غلط ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے ایک ٹوکری پر غور کریں جس میں ۲۰ کلو گیہوں، ۳۰ کلو چاول، ۱۰ کلو دال اور ۲ گرام سونا رکھا ہے۔ فرض کیجیے کہ اس کے عوض ۱۰ کلو گھی مل رہا ہے۔ فرض کیجیے کہ اس ٹوکری میں رکھی اشیاء کی مقدار میں دھیرے دھیرے کمی کی جاتی ہے اور دو سال بعد اس میں ۱۰ کلو گیہوں، ۱۰ کلو چاول، ۵ کلو دال اور ایک گرام سونا ہی باقی رہتا ہے۔ عام حالات میں اس وقفہ کے بعد اس کے عوض ۵ کلو گھی ہی ملے گا۔ پس فیٹ منی کی قیمت یعنی قیمت خرید کا کم ہونا ایسا ہی ہے جیسے اشیاء کی اس ٹوکری کی قیمت خرید کا کم ہونا۔ یعنی فیٹ منی کی قیمت خرید کا کم ہونا مال ودولت کی

جس مقدار کی یہ نمائندگی کرتی ہے اس کا سستا ہونا نہیں ہے بلکہ یہ مال و دولت کی جس مقدار کی نمائندگی کرتی ہے یا جس کے مثل ہے اس میں شامل اشیاء کی مقدار کا کم کیا جانا ہے۔ یہ غلطی اس مسئلے پر کیے گئے بین الاقوامی سیمینارز میں کیے گئے غلط فیصلوں کی بنیادی وجہ ہے۔

فیٹ منی کو پیدا کرنے والا نظام سرمایہ داری آج کے دس ڈالر، روپیہ یا ریال کو دس سال قبل یا بعد کے دس ڈالر، روپیہ یا ریال کے مثل نہیں مانتی وہ کرنسی میں ہو رہی کمی کا تخمینہ لگانے کے لیے طرح طرح کے پیمانوں کا استعمال کرتی ہے اور تمام حکومتیں ان تخمینوں کے مطابق ہی عمل کرتی ہیں۔ اگر اس معاملے میں کوئی عرف ہے تو یہی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آج کے دس ڈالر، روپیہ یا ریال دس سال قبل یا بعد کے دس ڈالر، روپیہ یا ریال کے مثل نہیں ہیں جنہیں تمام افراد، حکومتیں و ادارے محسوس (Feel) کرتے جانتے و مانتے ہیں۔ زیادہ تر معاملات سودی طور پر انجام پاتے ہیں اور اصلی شرح سود میں متوقع شرح افراط زر کو جوڑ کر نامی شرح سود متعین کی جاتی ہے۔ تنخواہوں میں افراط زر کو مدنظر رکھتے ہوئے اضافہ کیا جاتا ہے۔ ایک عرصے کے بعد انجام پانے والے کاموں پر آنے والے اخراجات کا تخمینہ ابھی کام انجام دیا جائے تو جو خرچ آئے گا اس میں کرنسی میں ہونے والی متوقع کمی کے لحاظ سے اضافہ کر کے لگایا جاتا ہے۔ اگر کرنسی میں ہونے والی متوقع کمی کا لحاظ نہ کیا جائے تو تخمینہ بالکل غلط ثابت ہوتا ہے۔ فی الحقیقت رائج کرنسی (Currency is a Basket of Goods and Services) قومی پیداوار کی ایک ٹوکری (یعنی اس ٹوکری میں شامل چیزیں) ہے۔ سو روپے، کا نوٹ ایک ایک کے سو نوٹوں کے مثل اس لیے ہے کہ سو کے نوٹ مال و دولت کی جس مقدار کے مثل ہیں یا جس کی مقدار کی نمائندگی کرتے ہیں ایک ایک کے سو نوٹ بھی مال و دولت کی وہی مقدار ہیں اور مال و دولت کی اسی مقدار کی نمائندگی کرتے ہیں۔ پس فیٹ منی مال و دولت کی جس مقدار کی نمائندگی کرتی ہے یہ مال و دولت کی وہی مقدار ہے۔ یہ مال و دولت کی جو مقدار ہے یا جس کے مثل ہے وہ وقت کے ساتھ لگاتار کم ہوتی جاتی ہے بلکہ کم کی جاتی ہے، یہی عرف ہے اور یہی حقیقت ہے۔ اس حقیقت پر غور کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کاغذی کرنسی نقدین کے قائم مقام نہیں ہے۔ ہمارے پاس کرنسی کی مثلیت کے معاملے میں اس عرف بلکہ حقیقت کا انکار کرنے کے لیے کیا دلیل ہے؟

حقیقت تو یہی ہے کہ قرآن و سنت سے حقیقتوں کی صداقت کو ثابت کرنے والے دلائل ہی ملتے ہیں اور انہیں جھٹلانے کے لیے کچھ بھی نہیں۔ فی الحقیقت افراط زر دولت کے پیمانہ کو کم کر دینے سے پیدا ہونے والی گرانی کے دھوکہ کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔ مندرجہ ذیل مثالیں اس بات کی مکمل طور پر وضاحت کرتی ہیں۔ Depreciation یعنی کرنسی کا کم کیا جانا دولت کے پیمانہ کا کم کیا جانا ہی ہے۔

(ا) فرض کیجئے کسی ملک مین سونے کو ہی اس کی کرنسی کے عوض خرید وفروخت کیا جاتا ہے۔فرض کیجئے کہ آج ایک لاکھ گرام سونے کوایک لاکھ کی کرنسی سے فروخت کیا گیا۔معاشیات کے ماہرین کے نزدیک کرنسی آج کے دن ایک گرام سونے کی نمائیندگی کرتی ہے۔ شریعت کے تعلق سے بھی یہی بات درست ہے کیونکہ ایک گرام سونے کی نمائیندگی کرنے والی یہ کرنسی ایک گرام سونے کے ہی قائم مقام ہے۔ اسی طرح اگر ٦ سال بعد ٢٠ لاکھ گرام سونے کو ۴۰ لاکھ کی کرنسی سے فروخت کیا جائے تو معاشیات کے ماہرین کے نزدیک کرنسی نصف گرام سونے کی نمائیندگی کرتی ہے اور شریعت کے نزدیک بھی وہ کرنسی نصف گرام سونے کے ہی قائم مقام ہے۔اسی طرح کرنسی کا کم یا چھوٹا ہونا (Depreciation) دولت کی جس مقدار کی کرنسی نمائیندگی کرتی ہے اس کا یعنی دولت کے تعین کے پیانہ کا کم کیا جانا ہی ہے۔

فیٹ منی کس طرح کم ہوتی رہتی ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے فرض کیجئے کہ کسی ملک میں چاول کے ایک ذخیرے کو ملک کا حاکم کچھ حصوں میں تقسیم کرنے کا حکم دے دیتا ہے اور وہ تقسیم کردیا جاتا ہے جس کے ایک حصہ کا وزن ایک من کہلاتا ہے۔اب یہ بات بالکل واضح ہے کہ لگائے گئے حصوں کی تعداد دگنا کردی جائے تو من کی مقدار نصف ہوجائے گی۔پس جس طرح حصص کی تعداد بڑھنے سے یہ من کم ہوجاتا ہے اسی طرح کرنسی کی رسید یعنی بازار میں کرنسی کی تعداد بڑھانے سے کرنسی کم یا چھوٹی ہوجاتی ہے۔یعنی یہ جو کچھ ہے اس کی مقدار کم ہوجاتی ہے۔جس کے نتیجے میں اس کی مالیت کم ہوجاتی ہے۔

اگر کرنسی کی رسید کو دس گنا کردیا جائے تو یہ دولت کی جس مقدار کے مثل ہے وہ نصف ہوجاتی ہے۔پس کرنسی کا کم یا چھوٹا کیا جانا دولت کے تعین کے پیانہ کا کم کیا جانا ہی ہے۔فرض کیجئے کہ آج کے دس حصے پانچ سال بعد کے بیس حصے کے برابر (مثل) ہیں اور اسی طرح آج کے دس روپے بھی پانچ سال بعد کے بیس روپے کے برابر (مثل) ہیں۔اب اس بات میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر آج

کوئی دس حصے گیہوں قرض لے تو اسے پانچ سال بعد قرض کی ادائیگی کے لیے بیس حصے گیہوں دینا ہوگا۔ پس اس طرح اگر آج کوئی دس روپیہ قرض لے تو اسے پانچ سال بعد قرض کی ادائیگی کے لیے بیس روپیہ دینے ہوں گے۔ لیکن ہمارے دور کے علماء کی اکثریت اسے سود قرار دیتی ہے اس لیے ہم اس مسئلے پر غور کریں گے۔

فیٹ منی یعنی رائج کرنسی کے لگاتار کم کیے جانے کے بدترین نتائج:

افراطِ زر ناداروں کو دھوکے میں ڈال کر ان کے مال کو امرا کی طرف منتقل کرتا ہے۔ معاشی سرگرمیاں دو قسم کی ہوتی ہیں:

(ا) کسانوں، مزدوروں اور چھوٹے چھوٹے نجی، ہلکی ٹکنالوجی پر مبنی کاموں کو انجام دینے والی معاشی سرگرمی۔ ان کاموں کو غیر منظم شعبے میں رکھا جاتا ہے۔

(۲) امرا کی سرگرمیاں جنھیں وہ انجام دیتے ہیں منظم قسم کی ہوتی ہیں۔ منظم شعبے کے مالکان اپنی پیداوار کی قیمت کو اس قدر بڑھاتے رہتے ہیں تاکہ ان کی سرگرمی کی نفع آوری رائج شرح سود سے کافی زائد برقرار رہے۔ ان کو ایسا کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی، کیونکہ اس شعبے کی زیادہ تر سرگرمیاں سودی سرمایہ پر مبنی ہوتی ہیں اور کام انجام دینے والے کم نفع پر مال فراہم نہیں کرتے۔ کسان اور دیگر دوسرے غیر منظم شعبے کے مالکان منظم نہیں ہوتے اس لیے ایک ساتھ بھاؤ بڑھانے کا فیصلہ نہیں کرسکتے۔ ان میں سے اکثر اپنی پیداوار کو رائج بھاؤ پر بیچنے کے لیے مجبور ہوتے ہیں، کیونکہ ان کی طلب ضروری قسم کی ہوتی ہے اور اپنی ضرورت پورا کرنے کے لیے ان کو اپنا مال رائج بھاؤ پر ہی بیچنا پڑتا ہے۔ اسی طرح مزدور بھی مجبور ہوتے ہیں کہ بازار میں رائج اجرت پر مزدوری کریں۔ اس طرح بلحاظ منظم شعبے کے غیر منظم شعبوں میں قیمتیں کم بڑھتی ہیں، چنانچہ جب نادار اپنا مال کم پیسے پر بیچ کر منظم شعبوں کی پیداوار حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان کو کم مال ملتا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، ناداروں کا خسارہ بڑھتا رہتا ہے اور افراطِ زر کی ہی وجہ سے قیمتوں کے بڑھنے کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس لیے ناداروں کو اس طرح جو نقصان پہنچتا ہے اس کی وجہ افراطِ زر ہی قرار پاتی ہے۔

اس کے علاوہ دیگر طریقوں سے بھی افراطِ زر ناداروں کا مال سرمایہ داروں کے حوالے کرتا رہتا ہے۔ مثال کے طور پر فرض کیجیے کہ عمر نے ۵ لاکھ کی بچت کرلی ہے۔ اب وہ ایک مکان خریدنا چاہتا ہے جو کہ ٦ لاکھ کا ہے۔ عمر سال بھر محنت اور بچت کرتا ہے۔ اب اس کے پاس ٦ لاکھ ہوجاتا ہے لیکن مکان کی قیمت بڑھ کر ۷ لاکھ ہوجاتی ہے۔ عمر ایک سال پھر محنت کرکے سوا لاکھ بچاتا ہے، وہ مکان پھر بھی نہیں خرید پاتا کیونکہ مکان کی قیمت اب بڑھ کر ساڑھے آٹھ لاکھ ہوچکی ہے۔ اس طرح عمر کماتا

جاتا ہے اور افراط زر اس کا مال کھاتا جاتا ہے۔غرباء کی غربت کے بڑھنے کی یہ بھی ایک بڑی وجہ ہے اصلاغربا کا یہ مال بڑھتی ہوئی قیمت اور سود کی شکل میں سودخور امراء کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔افراط زر پیدا کرنے کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے۔

افراطِ زر کی وجہ سے مسلمانوں کو خاص طور سے نقصان:

افراطِ زر شریعت کے پابند مسلمانوں کے مال کو مذکورہ طریقوں کے علاوہ اور طریقوں سے بھی سود خوروں کے حوالے کرتا رہتا ہے۔

(ا) کاغذی ثمن کا بطور معیار حساب کتاب استعمال:

یہ زیادہ اہم ہے اور یہ ہمیشہ کم ہوتے رہنے والے کاغذی ثمن کو بطور معیار حساب و کتاب استعمال کرنے کی ہماری اپنی غلطی کا نتیجہ ہے فرض کیجئے کہ عمر جو شریعت کا پابند ہے دس لاکھ روپیہ بینک میں جمع کرتا ہے۔اور دس سال بعد وہ اپنا سرمایہ واپس لیتا ہے۔اب وہ ۱۰ لاکھ ہی لے گا، کیونکہ زیادہ لے گا تو موجودہ غیر حقیقت پسندانہ فتاوی کے مطابق سود ہو جائے گا۔اب اس ۱۰ لاکھ سے جب وہ اپنی ضرورت کی اشیاء خریدے گا تو اسے یہ جان کر حیرت ہوگی کہ جب اس نے اپنا سرمایہ بینک میں جمع کیا تھا تو اس وقت اتنے ہی پیسے سے اس کے تین گنا کے قریب مال حاصل کرسکتا تھا۔باقی مال کیا ہوا؟ غور کرنے سے واضح ہو جائے گا کہ عمر کے مال کا قریب دو تہائی مال سود اور افراط زر کے ذریعہ بینکرز و سودخور امرا کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔

فرض کیجئے کہ بکر اپنے بھائی عمر سے پانچ لاکھ غیر سودی قرض مانگتا ہے تاکہ وہ مکان بنالے۔عمر نے قرض دینا منظور کرلیا اور یہ کہا کہ ۱۵ سال بعد اسے یہ قرض واپس کر دینا ہوگا تاکہ اس پیسے سے وہ اپنے بیٹے کے لئے مکان بنا سکے۔لیکن جب عمر نے افراط زر کے نقطہ نظر سے غور کیا تو اسے اندازہ ہو گیا کہ اس ۱۵ سال کے بعد تو شرح افراط زر ۱۵ فی صد تک پہنچ جائے گیا ور ۱۵ سال بعد جب اسے یہ پانچ لاکھ روپیہ واپس کیا جائے گا تب وہ اس رقم سے صرف اتنا ہی مال خرید سکے گا جتنا کہ آج وہ ۳۳۳،۰۰۰،ا میں خرید سکتا ہے۔بات واضح ہے کہ عمر اپنے لڑکے کے لئے اس رقم سے مکان نہ بنا سکے گا اور وہ بڑے خسارے میں پڑ جائے گا۔کیونکہ ۱۵ سال بعد اسے اپنے بیٹے کے واسطے مکان بنانے کے لئے اس پانچ لاکھ پر مزید ۱۰ لاکھ روپیہ یعنی کل پندرہ لاکھ روپیہ خرچ کرنا پڑے گا۔کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی عمر اپنے بھائی بکر کو قرض دے دے گا؟ ہرگز نہیں۔پس یہ بات بالکل واضح ہے کہ سود کی سابق ظالمانہ تعریف کے رواج پا جانے کی وجہ ہی سے غیر سودی قرض دستیاب نہیں ہوتا اور لوگ سودی قرض لینے پر مجبور ہوتے ہیں۔

اگر دولت کا معیار متعین ہوتا اور کوئی بھی قرض اس معیار سے مربوط کر کے اس کے مقابل روپیہ قرض دیا جاتا، مثلاً ۵ کلو سونے کے مقابل یہ پانچ لاکھ قرض دیا جاتا تو عام حالات میں افراط زر کا اس قرض پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور اس سونے کے مقابل ملنے والے پیسے سے عمر جو مکان آج بنا سکتا ہے اتنے ہی سونے کے مقابل ملنے والے پیسے سے وہ ۱۵ سال کے بعد بھی اپنے بیٹے کا مکان بنا سکتا اور اسے خسارے کے ڈر سے قرض نہ دینے کا تصور ہی پیدا نہ ہوتا۔

جیسا کہ پہلے ہی بیان کیا گیا کہ کسی معیار دولت سے مربوط کئے بغیر اور افراط زر کی در پردہ مار پڑتے رہنے کی صورت میں اگر کوئی صاحب سرمایہ کسی کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کرے تو بھی وہ کاروبار میں نفع ہونے کے باوجود خسارے میں پڑ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے امراء مضاربت کے طریقے کو چھوڑ کر سودی طریقے کو اپنانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ شرکت کے معاملے میں بھی اس قسم کی دقتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ کسی بھی بڑے کام کو انجام دینے کے لئے ضروری سرمایہ جمع کرنے میں وقت لگتا ہے۔ اور افراط زر اس درمیان جمع شدہ رقم کو کھاتی رہتی ہے۔ افراط زر کی وجہ سے غیر سودی معاملہ کرنے والوں کے ساتھ اکثر وہی معاملہ پیش آتا ہے جو کہ سابق الذکر ۱۰۰ کلو گیہوں تجارت کے لئے دینے کی صورت میں بکر کو اور ۵ لاکھ روپیہ ۱۵ سال کے لئے قرض دینے کی صورت میں عمر کو نظر آ رہا تھا۔ پس ہماری کسی معینہ معیاری پیمانہ سے مربوط نہ ہونے کی غلطی کی وجہ سے شریعت کی پابندی نہیں کر پا رہے ہیں اور سودی کاروبار میں ملوث ہو جاتے ہیں اور جو افراد اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں وہ معاشی اعتبار سے غیر موثر اور بے وزن ہو جاتے ہیں۔

(۲) سودی نظام کو غالب کر کے

افراط زر ہی کے ذریعہ سود خور سازش پرداز ظالموں کے سود دھوکہ، فریب، اور ظلم کا غلبہ بڑھتا جاتا ہے اور حق پر مبنی طریقے اور ادارے بے اثر ہو جاتے ہیں۔ درحقیقت افراط زر ایک دھوکہ ہے جو ہر قسم کے دھوکہ اور فریب کو تقویت پہنچاتا ہے اور حق پر مبنی عمل کو دشوار بناتا ہے۔ پس اس وجہ سے بھی افراط زر صرف مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ اسلام کو بھی شدید نقصان پہنچاتا ہے۔

افراط زر کی مزید خرابیاں:

کمزور پسماندہ ممالک ترقی یافتہ طاقتور ممالک سے قرض لے کر ان کو اپنی آمدنی کا بیشتر حصہ سود کی ادائیگی میں منتقل کرتے رہتے ہیں۔ سونے کی معیاری حیثیت معطل کر دئے جانے

کی وجہ سے جو ملک جس قدر چاہے غیر متعین کاغذی نوٹ جاری کرتا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کی معاشی و فوجی طاقت کی وجہ سے ان کے نوٹ زیادہ قوی ہوتے ہیں اوران پر عام لوگوں کو زیادہ اعتماد ہوتا ہے۔ جس سے ان ممالک کے جاری کردہ نوٹوں کی طلب زیادہ ہوتی ہے اور پسماندہ ممالک کے نوٹوں کی قدرو قیمت گھٹتی اور غربت بڑھتی رہتی ہے۔ اگر سونے کی معیاری حیثیت باقی رکھی جاتی تو اس طرح افراطِ زر کا کھیل کھیلنا ممکن نہ ہوتا۔ مثال کے طور پر فرض کیجیے کہ غیر ملکی لین دین کی شکل میں ۱۵۰۰ کھرب ڈالر کے برابر ترقی یافتہ ملک کی کرنسی پسماندہ ملک اوراس کے عوام کے پاس جمع ہوتی ہے جب کہ ۲۰۰ کھرب ڈالر کے برابر پسماندہ ملک کی کرنسی ترقی یافتہ ملک اوراس کے عوام کے پاس جمع ہوجاتے ہیں یعنی پسماندہ ملک کے پاس ۱۳۰۰ کھرب ڈالر کے برابر کرنسی زیادہ ہے۔ اگر یہ مان لیں کہ پسماندہ ملک پر جو قرض ہے یہ ۱۳۰۰ کھرب ڈالراسی کا حصہ ہے تو اس رقم پر ۵ فیصد طے شدہ سود (اصلی) کے اعتبار سے اس پسماندہ ملک کو ہر سال ۶۵ کھرب ڈالر کے برابر سود ترقی یافتہ ملک کو صرف اس لیے کہ ترقی یافتہ ملک کی کرنسی جمع کی گئی ادا کرنا ہوتا ہے۔ یہ ترقی یافتہ ملک کے لیے بلا کسی خرچ کے حاصل ہونے والا سود ہے کیوں کہ نوٹ یا چک کی اصلی قیمت دو چار ڈالر سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اگر چند سال تک ایسے سلسلے جاری رہیں تو ایسے پسماندہ ملک کے دیوالیہ ہونے یا اس قرض دینے والے ملک کے غلام بننے میں کوئی خاص رکاوٹ باقی نہیں رہے گی۔ اس سود اور افراطِ زر کی کارستانیوں کی ایک جھلک اس سے قبل بھی بیان کی گئی ہے۔ اس مثال سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ کسی سود خور ترقی یافتہ ملک کی کرنسی کو اگر کوئی فرد یا ملک اپنے پاس زیادہ سالوں تک جمع رکھتا ہے تو رکھنے والے ملک کو اس کے سود کے مثل خسارہ ہوتا رہتا ہے اوراس سے سود خوروں کی تقویت وحمایت ہوتی ہے۔ اس طرح اپنے ملک وقوم کو زبردست خسارے میں مبتلا کردیا جاتا ہے۔ جو بھی صاحب فکر سودی ظلم کی بڑھتی ہوئی کارستانی پر غور کرے گا ان شاء اللہ اس پر یہ بات پورے طور پر منکشف ہوجائے گی کہ پسماندہ ممالک اوران کے عوام کے لیے سود خور ترقی یافتہ ممالک کے کاغذی نوٹ کو تحت مجبوری کے علاوہ کسی دوسری حالت میں حاصل کرکے جمع رکھنا خود اپنے ملک پر ظلم ہے۔

مزید اس بات پر بھی غور فرمائیں کہ خالد کو حامد سے سودی قرض لینا ہے اور افراطِ زر ۱۰ فیصد کے قریب ہے۔ اب حامد کو جو شرح مقصود ہے اس سے ۱۰ فیصد زائد شرح سود طلب کرے گا مثلاً ۳ کی جگہ ۱۳ فیصد۔ اگر افراطِ زر میں مزید فیصد اضافہ ہوگا تو قرض دینے والا اپنے سود میں اتنے فیصد اضافہ کرے گا۔ جب کاغذی کرنسی کی قیمت کم کیے جانے کی مقدار بڑھتی ہے تو سرمایہ دار اسی تناسب سے سود بڑھا لیتے ہیں۔ اگر انٹر پرنیور (یعنی سرمایہ کار) کو بڑھی ہوئی شرح سود کی ادائگی میں دشواری پیش آتی

ہے تو حکومت کرنسی کی قیمت میں کمی کی مقدار کو بڑھا کر افراط زر کو اور بڑھا دیتی ہے جس سے اصلی شرح سود کا وزن یا دباؤ زیادہ تعداد میں تقسیم ہو جانے کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے اور انٹر پرینور (سرمایہ کار) کے لیے سود کی ظاہری مقدار پوری کرنے میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ لگاتار کم کیے جانے والے کاغذی ثمن کو معیار مان کر حساب کرنے سے سودی معاملات میں آسانی پیدا ہوتی ہے اور سود سے پاک معاملات ناقابل عمل بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان ظالمانہ سازشوں کو سمجھنے اور ان سے دنیا کو پاک کرنے کے لیے مناسب سعی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فیئٹ منی اور الربوا

سود بدترین ظلم ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ نے سود کے خلاف جنگ کا اعلان کیا ہے۔ ملت کی بہت بڑی اکثریت کا سودی کاروبار میں ملوث ہو جانا اور اس کے اندر سود کے خلاف نفرت کا کم ہوتے جانا ایک عظیم مصیبت ہے۔ اس کی ایک اہم ترین وجہ لگاتار کم کی جانے والی فیئٹ منی (رائج کاغذی کرنسی) کا حساب کتاب کے معیار کے طور پر استعمال ہے۔ اگر کاغذی نوٹ کو بطور معیار استعمال کیا جائے تو جو شئے سود قرار پاتی ہے اس کا ایک بڑا جز راس المال ہوتا ہے۔ حکومتیں فیئٹ منی کی رسد کو قومی پیداوار سے زائد بڑھاتی رہتی ہیں اس لیے آج جو مال ۱۰ کی کرنسی کے مثل ہے وہی کچھ عرصے کے بعد ۲۰ کے مثل ہو جاتا ہے اور حساب کتاب میں خلط ملط پیدا ہو جاتا ہے اور راس المال کا ایک جز سود یا نفع قرار پاتا ہے۔ راس المال کو سود سمجھ کر چھوڑ دینے کا حکم دینا شرعی حکم کے بالکل خلاف ہے کیوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''توبہ کرلو اور سود چھوڑ دو تو اپنا اصلی سرمایہ لینے کے تم حقدار ہو۔'' (البقرہ:۲۷۹) جب اللہ سودی قرض دینے والے کو بھی اپنا اصل سرمایہ لینے کا حق دار قرار دیتا ہے تب ایسے طریقے کا استعمال جس سے راس المال کا ایک جز بھی سود قرار پائے کیسے درست ہو سکتا ہے۔

کاغذی نوٹ کو بطور معیار استعمال کیا جائے تو جو شئے نفع قرار پاتی ہے اس کا ایک بڑا جز راس المال ہی ہوتا ہے۔ یہ اہم ترین وجہ ہے مضاربت و بڑے و لمبے عرصے تک جاری رہنے والے مشارکت کے معاملات کے غیر عملی و بیدخل ہو جانے کی۔ قرض حسن کی غیر دستیابی کی اور ملت کی بہت بڑی اکثریت کی سودی کاروبار میں ملوث ہو جانے کی۔ دنیا میں سود خور ظالموں کے غلبہ اور نیکو کاروں کی بڑھتی ہوئی لاچاری کی بہت بڑی وجہ یہی فیئٹ منی اور حساب و کتاب کی اکائی یا پیمانے کے طور پر اس کا استعمال ہے۔ سود سے بچنے کی لازمی شرط یہ ہے کہ حساب کتاب کے لیے معیاری پیمانہ (Yard Stick of Measurement) ہی استعمال کیا جائے۔

فیئٹ منی تو ایک فرضی شے ہے۔ یہ ناپی اور تولی نہیں جاتی اس لیے مثلیت کو طے کرنے کا

مناسب طریقہ نکالنا ضروری ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ایسا طریقہ دریافت کریں جو شرعاً درست ہو۔ علماء کی اکثریت نے ان کو نقدین کے قائم مقام قرار دیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام شرعی حکم کے مطابق عمل ناقابل عمل بن گیا ہے اور امت تمام معاشی معاملات میں رائج سودی مبادلہ کے جواز کے حیلے تلاش کرتی نظر آتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے لیے اللہ کے حکم سے بہتر کیا ہوسکتا ہے۔؟'' (المائدہ:۵۱) ظاہر ہے کہ معاشی معاملات میں جو شدید دشواریاں پیش آرہی ہیں وہ ہماری اپنی غلطیوں کا نتیجہ ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس معاملہ کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔ درج ذیل سوالات پر غور کر کے اس معاملے کا صحیح حل نکالا جاسکتا ہے:

(۱) کرنسی کا کم کیا جانا نقدین سونے وچاندی کی جن مقداروں سے سکے بنے ہیں ان کو کم کرنے کے مثل ہے یا کہ سونے وچاندی کی قیمتوں کے کم ہونے کے مثل ہے؟

(۲) کیا یہ ضروری ہے کہ کم کی جانے والی کرنسی کی دی ہوئی مقدار کو ایک سال یا زائد وقفہ کے بعد کی کرنسی کی اسی مقدار کے مثل تسلیم کیا جائے اور درمیانی وقفہ میں جو بھی کمی کی جائے اسے نظر انداز کر دیا جائے۔

(۳) کیا غیر معتبر شئے کو حساب کتاب کا معیار بنایا جاسکتا ہے؟

(۴) کیا نقدین پر نافذ ہونے والے تمام احکام لگاتار کم کی جانے والی کاغذی کرنسی پر بھی نافذ ہوں گے؟

(۵) کیا ہم اس بات کے لیے مجبور ہیں کہ کم ہونے والی کرنسی کو ہی بطور معیار حساب کتاب وادھار لین دین استعمال کریں؟

اس سے قبل ہم نے کیوں اور کس طرح فیٹ منی یعنی رائج کرنسی کم کی جاتی ہے کے موضوع پر مفصل بحث کی ہے۔ یہ بات بالکل طے ہے کہ سودی نظام معیشت کو جاری رکھنے کے لیے ہی کرنسی کو لگاتار کم کیا جاتا ہے۔ فیٹ منی قومی پیداوار کا ایک جز ہے۔ فیٹ منی کی سپلائی قومی پیداوار میں لگائے گئے حصوں کے مثل ہے۔ حصوں کی تعداد میں جس قدر اضافہ کیا جاتا ہے ایک حصہ کی مقدار اسی قدر کم ہو جاتی ہے۔ یعنی فیٹ منی قومی پیداوار کا ایک حصہ ہے اور اس کا کم ہونا اس حصے یعنی اس حصے کی مقدار کا کم ہونا ہے۔ مقدار میں کمی یا زیادتی نہ کی جائے تو کسی بھی شئے کی قیمت اگر اسی کے لحاظ سے نکالی جائے تو اس میں کمی یا زیادتی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دو کلو چینی سے دو کلو چینی سستی یا گراں نہیں ہوتی۔ ہاں ایک کلو چینی قیمتاً و اصلاً دو کلو چینی کے نصف ہی ہوتی ہے۔ کرنسی قومی پیداوار کا حصہ ہے اگر اس کی مقدار کو کم یا زیادہ نہ کیا جائے تو بلحاظ قومی پیداوار کے اس کے سستا یا

گراں ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تمام اشیاء کی قیمتیں ان کی مقدار پر منحصر ہیں۔ مقدار دوگنی کردی جائے تو قیمت دوگنی ہوجائے گی اور اگر مقدار نصف کردی جائے تو قیمت نصف ہوجائے گی۔ یہاں قیمتوں کے گھٹنے بڑھنے کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ یہ تو صرف ایک دھوکہ ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے یا بداعمالیوں کا نتیجہ ہے کہ ہمارے بڑے بڑے مفکر اس دھوکہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہ بات مکمل طور پر واضح ہے اور ثابت ہوگئی کہ کرنسی کا کم کیا جانا یہ جو کچھ بھی ہے اس کی مقدار کا کم کیا جانا ہے۔

دوسرا سوال:

اس سوال پر غور کرنے کے لیے پہلے مثلیت اور ربوا پر غور کرنا ضروری ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا نہ بدلو سونے سے سونا چاندی سے چاندی، کھجور سے کھجور، جو سے جو، گیہوں سے گیہوں یا نمک سے نمک لیکن برابر برابر اور یہ کہ معاملہ دست بدست ہوجائے۔ کاغذی کرنسی کا معاملہ فلوس کی طرح ہے کہ دونوں کی قیمتیں وہ جس شئے کی نمائندگی کرتی ہے اسی کے برابر ہوتی ہے۔ وقت کے ساتھ کرنسی دولت کی جس مقدار کے مثل ہے اس میں کمی کی جاتی رہتی ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ کرنسی کی دی ہوئی مقدار کو ایک سال یا زائد وقفہ کے بعد کی کرنسی کی اسی مقدار کے مثل تسلیم کیا جائے اوپر درج حدیث کے برعکس ہے۔ اس طرح اس سوال کا جواب نفی میں ہونا ثابت ہوا۔ نفع نقصان وراس المال اور سود کے تعین کے لیے شریعت میں غیر معیاری پیمانوں کے استعمال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کاغذی نوٹ صریحاً غیر معیاری ہے اور کاغذی نوٹ کا بطور معیار استعمال بالکل غلط ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قرض ہی نہیں شرکت اور مضاربت کے معاملے میں بھی شرعی احکام غیر عملی نظر آتے ہیں۔ اسی طرح باقی سوالات کے جوابات بھی نفی میں ہی ہیں۔ اگر کسی کو اختلاف ہو تو انشاء اللہ وضاحت کی جائے گی۔ غیر معیاری کاغذی کرنسی کا حساب کتاب کے معیار کے طور پر استعمال غیر سودی معاملات کو غیر عملی بنادیتا ہے۔ جب غیر سودی طور پر معاملات کو انجام دیا ہی نہیں جاسکتا تو معیشت کو سود سے پاک کرنے کی کوششوں کی ناکامی از خود واضح ہوجاتی ہے۔

حقیقی سود مثلی مقدار سے زائد لینا ہے۔ مثلی مقدار وہ مقدار ہے جو قرض یا دیون (Dues) کے حقیقتاً برابر ہے۔ اگر پیمانہ میں کمی کی گئی تو اسے پورا کیا جائے گا پیمانہ جس جنس پر مبنی ہے اس کی قیمت کم یا زیادہ ہو تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ اپنے معاملات کو حقیقی (شرعی) سود سے پاک رکھنے کے لیے کرنسی میں کی جانے والی کمی کا صحیح تعین کرنا ہوگا۔ دولت کی معتبر اکائی (Unit) جیسے اموال ربویہ کی مناسب و معقول ٹوکری پر مبنی اکائی (نقدین اس میں شامل ہیں) کو بطور معیار حساب و کتاب استعمال

کر کے اس مسئلے کو حل کیا جا سکتا ہے۔ اس موضوع پر مکمل بحث اور اس کے حل کے لیے مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے:

(۱) نظام سرمایہ داری اور اسلامی معاشیات شائع کردہ اسلامی فقہ اکیڈمی، دہلی

(۲) Dominance of Interest and the way out اس موضوع پر ایک سائنٹفک تجزیہ کے طور پر مطالعہ ہے۔ اشاعت رحمانی فاؤنڈیشن، ممبئی۔

(۳) سود پر مبنی معاشی مظالم اور ان سے نجات کی راہ، شائع کردہ سعود بک ڈپو، بٹلہ ہاؤس، دہلی

اخذ (Abstract) مضمون ''کم ہوتی رہنے والی (Depreciating) کاغذی کرنسی کا بطور معیار حساب و کتاب استعمال کچھ نتائج'' (J.K.A.A. Univ. Vol 17 No. 2)

کم ہوتی رہنے والی کاغذی کرنسی کے بطور معیار حساب و کتاب استعمال کی وجہ سے مضاربت پر مبنی معاملات میں رب المال کے ساتھ انصاف نہیں ہوتا اور اکثر کا نفع کا بیشتر حصہ اور کبھی کبھی پورا نفع اصلی ہی نہیں ساتھ راس المال کا ایک جز بھی کاروباری فریق کی ملک میں چلا جاتا ہے۔ یہ کاروباری فریق کی بے ایمانی و دھوکہ دھڑی کے ساتھ بلکہ اس سے بڑی وجہ ہے اسلامی سرمایہ کاری کی اس اہم ترین طریقہ کار کے غیر عملی اور بے دخل ہو جانے کی۔ مشارکت کے بڑے اور لمبے عرصے تک جاری رہنے والے معاملات بھی اسی وجہ سے بے دخل ہو رہے ہیں۔ قرض حسن کی غیر دستیابی کی بھی یہی وجہ ہے۔

اگر دولت کی معتبر اکائی (Unit) جیسے اموال ربویہ کی مناسب و معقول ٹوکری پر مبنی اکائی (نقدین اس میں شامل ہیں) کو بطور معیار حساب و کتاب استعمال کیا جائے تو یہ مسئلے پیدا ہی نہیں ہوتے اور یہ عمل قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔

اصحاب علم بالخصوص علماء سے گزارش ہے کہ اپنے گراں قدر مشوروں اور آرا سے نوازیں اور عوام کو اس سے مستفید ہونے کی ترغیب دیں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس سعی کو عوام کے لیے سودی معاشی نظام سے بچنے کی راہ ہموار کرنے کا ذریعہ بنائے گا اور ظلم وزیادتی کے خاتمہ کے لیے راہ ہموار ہوگی۔

وضاحت: زیرنظر شمارہ مجلّہ فقہ اسلامی کے دوماہ کا مشترکہ شمارہ ہے۔ ملکی حالات، اور بعض دیگر دشواریوں کے باعث دوماہ کا شمارہ اکٹھا شائع کیا جارہا ہے۔ قارئین نوٹ فرمالیں۔ (ادارت)

زکوۃ، صدقات، کفارات یمین وصیام فدیہ

صوم، اور عطیات کے ذریعہ

اہل سنت وجماعت کی مرکزی

دینی درسگاہ

اور ہماری مادر علمی

☆

دارالعلوم نعیمیہ کراچی

کے مستحق طلبہ کی اعانت کیجئے

فون نمبرز: 6314508 - 6324236

☆

عطیہ اشتہار

سابق طلبہ، دارالعلوم نعیمیہ کراچی